تطبیق بین المذاہب الاربعہ (شاہ ولی اللہؒ کا نقطۂ نظر)

سعید احمد ☆ ڈاکٹر محمد اعجاز ☆☆

قرآن مجید و سنت رسول ﷺ سے براہ راست احکام شرعیہ کا استنباط اوردلائل شرعیہ سے غیر منصوص مسائل کا شرعی حل معلوم کرلینا انسانی فہم و بصیرت میں فطری تفاوت کے باعث ہر آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے۔اسی لیے ایسے پیش آمدہ معاملات میں صاحبانِ استنباط کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

۱- ﴿وَ اِذَاجَـآءَ هُـمۡ اَمۡـرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖؕ وَ لَـوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَ اِلٰٓى اُوۡلِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ﴾(۱)۔

(اور انہیں جب کوئی بات امن یا خوف کی پہنچتی ہے تو یہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اسے رسول (ﷺ) اور اپنے میں سے صاحبان امر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جولوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسکی حقیقت بھی جان لیتے)۔

۲- ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ﴾ (۲)۔

(اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (کریم)ﷺ کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی)۔

۳- ﴿فَاسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ (۳)۔

(پس تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تم علم نہیں رکھتے)۔

نبی رحمتﷺ نے نہ صرف اجتہاد کی اجازت دی بلکہ مجتہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کی تحسین فرمائی اور مجتہد مخطی کے لیے ایک اور مجتہد مصیب کے لیے دوہرے اجر کی بشارت دی۔ نبی کریمﷺ کے خاتم الانبیاء والمرسلین، قرآن حکیم کے خاتم الکتب اور امت مسلمہ کے خاتم اور خیر الامم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت اورنشر و اشاعت کے لیے ہر عہد میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جن کے بروقت تجدیدی،

☆ پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اصلاحی، دعوتی اور فکری وعملی کارناموں نے دین اسلام کی حقانیت ثابت کرکے باطل قوتوں کو ہمیشہ مات دی ہے۔

شاہ ولی اللہ ایسے ہی رجال کار میں سے ایک نمایاں نام ہے، جومجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے اَسّی سال بعد اور اورنگزیب عالمگیر کی وفات سے چارسال قبل ۱۱۷۶ھ کومتولد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب تجدید،اصلاح اور احیائے دین کے لیےفرمایا تھا۔انہوں نے جہاں کورانہ تقلید پرتنقید کی وہاں عوام کے لیے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کو لازمی قرار دیا۔

شاہ ولی اللہؒ نے واضح انداز میں اس موضوع پرقلم اٹھایا اورکھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا ''حجۃ اللہ البالغۃ''،''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف''اور''فیوض الحرمین'' وغیرہ میں غیر مربوط انداز میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا لیکن ''المسوّی شرح الموطا'' (عربی) میں اجمالاً مذہب حنفی اور مذہبِ شافعی کے مابین اور ''المصفّٰی شرح الموطا'' (فارسی) میں تفصیلاً عملی طور پر مذاہب اربعہ کے مابین تطبیق فرمائی اور اسی طرح ''عقد الجید فی احکام الاجتھاد والتقلید'' میں اس موضوع پر بڑا مدلل اور تجزیاتی انداز اختیار فرمایا۔فقہی مذاہب کے مابین جمع وتطبیق کے موضوع پر اس تحریر کو اصول اور راہنما کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ مذاہب اربعہ کے مابین جمع وتطبیق کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اورانہوں نے اس سلسلے میں جوعملی راہنمائی فرمائی اس کا اسلوب کیا ہے اور اس کے لیے انہوں نے کون سے خطوط اور اصول وضع کیے؟ ذیل میں انہی امور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کا اصل کارنامہ

شاہ ولی اللہؒ تاریخ اسلام کے اُن ممتاز ترین مصلحین،مفکرین اور داعیوں میں سے ایک تھے جن کی اصلاح وتجدید کے نقوش آج تک تابندہ ہیں۔مسلمانوں کی زندگی کا ہرمیدان اورعلومِ اسلامیہ کا ہرگوشہ ان کے آثار وافکار سے منور ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے اصلاحی اورتجدیدی کارناموں کی گونج عالمی پیمانہ پر ہے ان کی متعدد تصنیفات نے معاصر اسلامی فکر پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔

شاہ صاحب کا ایک بڑا کارنامہ علمی وفکری سطح پر اُمت مسلمہ کی شیرازہ بندی ہے۔ انہوں نے مختلف مسلکوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے، بدگمانیاں اور غلط فہمیاں دور کرنے کی اَن تھک کوشش کی۔ کلامی اور فقہی اختلافات کو ان کی حدود میں رکھنے کی اورفروعی اختلافات میں اختلافِ فکر ونظر کو گوارا کرنے کی مسلسل دعوت دی اور اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال کی نشان دہی کی۔ اپنے دروس، تصنیفات اور مواعظ سے یہ مزاج بنانا چاہا کہ فقہی وفکری اختلافات اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے نہیں بلکہ سامان رحمت ہیں۔ اُمت کو حرج وتنگی سے نکالنے والے اور اسلامی شریعت میں فراخی وکشادگی پیدا کرنے والے ہیں(۴)۔

شاہ ولی اللہؒ ایسے عہد میں پیدا ہوئے جب فقہی جمود اور مسلکی تعصب اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور ہندوستان کے درسی اُفق پرقرآن مجید وحدیث رسولﷺ کی جگہ معقولات کی تیرہ گھٹائیں مسلّط ہوچکی تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی طبعی افتاد، فطری نجابت، خاندانی ماحول، علماء ہند اور علماء حجاز دونوں سے استفادہ اور مسالک

اربعہ کے سرچشموں سے سیرابی کے باعث اپنے لیے انصاف و اعتدال کی راہ منتخب کی۔ جمود و تنگ نظری کی دبیز چادر کو حکمت و مصلحت کے ساتھ کاٹنے کی کوشش کی اور ہندوستان کے دبستان علمی کا رشتہ قرآن مجید و حدیث رسول ﷺ کے چشمہ صافی سے جوڑا۔

شاہ ولی اللہؒ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اُن کے پس منظر میں دیگر وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں روحانی طور پر بارگاہِ رسالت اور دیگر عالی مرتبت شخصیات سے مسلسل راہنمائی ملتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر سعی اُمت مسلمہ کے عروج کے لیے تھی۔ فیوض الحرمین میں شاہ ولی اللہؒ اسی روحانی استفادے کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''۱۱۴۴ہجری ماہِ صفر کی دسویں تاریخ کو مکہ معظّمہ میں، میں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ حضرت حسینؓ کے ہاتھ میں ایک قلم ہے جس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے، آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ وہ مجھے یہ قلم عطا فرمائیں اور فرمایا یہ میرے نانا رسول اللہ ﷺ کا قلم ہے۔ اس کے بعد آپ نے قدرے توقف کیا اور فرمانے لگے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ حسینؓ اس قلم کو ٹھیک کردیں کیونکہ اب یہ قلم ویسا نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا جبکہ حسینؓ نے اس کو ٹھیک کیا تھا چنانچہ حضرت حسینؓ نے اُن سے یہ قلم لیا اور اُسے ٹھیک کر کے مجھے عطا فرمایا۔ مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد ایک چادر لائی گئی جس میں سبز اور سفید رنگ کی دھاریاں تھیں۔ یہ چادر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے سامنے رکھی گئی۔ فرمایا یہ چادر میرے نانا رسول اللہ ﷺ کی ہے، اس کے بعد آپ نے یہ چادر مجھے اوڑھائی اور میں نے تعظیماً اُسے اوڑھنے کی بجائے اپنے سر پر رکھ لیا اور اس نعمت کے شکرانے میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے لگا(۵)۔

مندرجہ بالا مشاہدہ سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی شخصیت کو جس کارِ عظیم کے لیے منتخب کیا گیا وہ اُمت کی شیرازہ بندی اور ہر قسم کے فروعی اختلافات کی بجائے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ابلاغ ہے۔ شاہ ولی اللہؒ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''نفحۂ ثانیہ میں مجھ پر یہ ظاہر کیا گیا کہ تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ سے اُمتِ مرحومہ کے منتشر اجزاء کو جمع کردے''(۶)۔

شاہ ولی اللہؒ کی علمی و فکری تیاری

قدرت کی طرف سے جب کسی صورتِ حال کی اصلاح کا فیصلہ ہوتا ہے تو اُس کے اسباب بھی وہ مہیا

فرما دیتی ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے ان حالات کی اصلاح ہی نہیں بلکہ بگڑے نظام کو توڑ کر قرآن مجید و سنت رسولﷺ کی بنیادوں پر نئی تعمیر کا کام (اجتماعی فقہ کی تدوین) اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات والا صفات سے لینا طے فرمایا تھا۔ اس انقلابی اقدام کے لیے انہیں ایسے اسباب و وسائل سے آراستہ کیا گیا کہ وہ اُسے بحسن وخوبی انجام دے سکیں (۷)۔

ڈاکٹر مظہر بقا ان عوامل و اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقہی مسلک کے اعتبار سے شاہ صاحب جن ادوار سے گزرے ہیں ان کے عوامل و اسباب بظاہر چار ہیں:

ا۔موروثی اثرات

شاہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔ فقہ حنفی میں انہیں جو مقام حاصل تھا اُس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں اُن کا بھی حصہ رہا ہے(۸)۔

حنفیت کے باوجود بعض مسائل میں شاہ عبدالرحیم احناف کے نقطۂ نظر کے خلاف بھی عمل کیا کرتے تھے، شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

> ''مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر اُمور موافق مذہب حنفی عمل می کردند الا بعض چیزھا کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند۔ ازآں جملہ آنست کہ در اقتدا فاتحہ میخواندند و در جنازہ نیز''(۷)۔

> (یہ بات مخفی نہ رہے کہ آپ [شاہ عبدالرحیم] اکثر اُمور میں مذہب حنفی کے مطابق عمل کرتے تھے مگر بعض اُمور میں کہ صحیح حدیث یا وجدان کسی دوسرے مذہب کی ترجیح کا تقاضا کرتے تو آپ اُس مذہب کے مطابق عمل کرلیا کرتے تھے ان مسائل میں سے قراءت فاتحہ خلف الامام اور نماز جنازہ میں بھی قرأت فاتحہ ہیں)۔

گویا حنفیت پر رہتے ہوئے یہ رجحان کہ اگر اپنے امام کے خلاف کوئی صحیح حدیث ملے تو امام کے مذہب کو چھوڑ کر جس امام کا مذہب بھی صحیح حدیث کے مطابق ہو اُس پر عمل کرلیا جائے، شاہ صاحب کو اپنے والد سے وراثتاً ملا تھا(۱۰)۔

۲۔غور وفکر

حصولِ تعلیم کے بعد دورانِ تدریس مذاہب اربعہ کی فقہ اور اصول فقہ کی کتب اور اُن احادیث میں غور و

فکر کا موقع ملا جن سے اصحابِ مذاہب تمسک کرتے ہیں تو شاہ ولی اللہؒ نے ایک ممتاز روِش اپنائی جس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''و بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصولِ فقہ ایشاں و احادیثے کہ متمسک ایشاں است قرارداد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد''(۱۱)۔

(مذاہب اربعہ کی کتب اور اُن کے اصولِ فقہ اور جو احادیث اُن کا مستدل ہیں، ان کے ملاحظہ کرنے کے بعد نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کی روش اختیار کرنے کی دل میں آمادگی ہوئی)۔

۳۔ سفر حرمین

ہندوستان میں شاہ ولی اللہؒ کے گرد و پیش حنفیت کے سوا کچھ نہ تھا۔ حرمین پہنچے تو وہاں حنفی استاد کے علاوہ مالکی اور شافعی اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ شیخ تاج الدین قلعی حنفیؒ (۱۲) جبکہ شیخ وفداللہ مالکیؒ(۱۳) اور شیخ ابو طاہر کردی شافعیؒ (۱۴) تھے اور سب سے زیادہ وہ شیخ ابو طاہر کردیؒ سے متاثر ہوئے کیونکہ وہ اُستاذ کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی تھے اور انسان استاد کے مقابلے میں (عموماً) اپنے شیخ طریقت سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

قیام حرمین کے دوران شاہ ولی اللہؒ جس ذہنی کش مکش میں مبتلا تھے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے انہیں روحانی طور پر تین باتوں کا حکم ملا۔ ان میں سے ایک حکم کا اظہار یوں کیا ہے:

> "و ثانیها الوصاة بالتقیّد بهذه المذاهب الأربعة، لاأخرج منها والتوفیق ما استطعت و جبلّتی تأبی التقلید و تأنف منه رأسا ولکن شئ طلب منّی التعبّد به بخلاف نفسی"(۱۵)۔
>
> (ان امور میں سے دوسرا امر جس کے لیے مجھے کہا گیا وہ یہ ہے کہ میں ان چار [فقہی] مذاہب کا پابند رہوں اور ان کے دائرہ سے باہر نہ نکلوں اور جہاں تک ممکن ہو ان سے موافقت کروں حالانکہ میری طبیعت تقلید سے اباء کرتی تھی اور اُسے سرے سے تقلید سے انکار تھا لیکن چونکہ یہ چیز خود میری اپنی طبیعت کے خلاف اطاعت وعبادت کی طرح مجھ سے طلب کی گئی تھی اس لیے مجھے اس سے جائے مفر نہ تھی)(۱۶)۔

۴۔ ماحول

ہندوستان کا ماحول اپنی یکسانیت کے باوجود شاہ صاحب پر دو مرتبہ مختلف طور پر اثر انداز ہوا۔ سفر حرمین سے قبل اور سفر حرمین کے بعد ہندوستان میں شاہ صاحب کے دور میں دینی علوم میں سے فقہ کی گرم بازاری تھی، لوگ قرآن مجید و حدیث رسول ﷺ سے دور تھے اور فقہی فروعات میں اُلجھے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب نے غور وفکر کے بعد فقہائے محدثین کی جو روِش اختیار کی اور تقلید (محض) سے انہیں جو تنفر یا کم از کم بُعد ہوا وہ ان

حالات کا ردّعمل بھی ہوا۔ حدیث رسولﷺ کی جانب میلان، فقہ کی گرم بازاری کا ردّعمل ہوا اور عدم تقلید کی طرف رجحان، حنفیت کی تقلید جامد کا۔شاہ صاحب جب سفر حرمین سے واپس آئے تو ہندوستان کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی لیکن اس مرتبہ یہ ماحول مختلف طریقہ پر اثر انداز ہوا(۱۷)۔

تطبیق کا پس منظر

فقہی اختلاف کی حیثیت اور اختلافی مسائل میں سلف صالحین کے طرزِعمل کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے عمیق و وسیع مطالعہ، معتدل رجحان وفکر اور گہری بصیرت کے ساتھ فقہی مسالک میں باہمی رواداری کو فروغ دینے، فروعی مسائل میں بے جا تشدد اور تعصب کوختم کرنے اور حدیث رسولﷺ کی روشنی میں فقہی مسالک کے درمیان جمع وتطبیق کی شکل نکالنے کا عزم فرمایا۔سب سے پہلے انہوں نے فروعی اختلافات کی اصلیت واضح کی۔فرماتے ہیں:

”أكثر صور الاختلاف بين الفقهاء لا سيّما فى المسائل التى ظهر فيها أقوال الصحابة فى الجانبين كتكبيرات التشريق و تكبيراتِ العيدين و نكاح المحرم و تشهد ابن عباس و ابن مسعود و الاخفاء بالبسملة و بآمين والاشفاع والايتار فى الاقامة و نحو ذلك انما هو فى ترجيح أحد القولين، ولأن السلف لا يختلفون فى أصل المشروعية و انما كان خلافهم فى أولىٰ الأمرين، و نظيره اختلاف القراء فى وجوه القراءة وقد علّلوا كثيراً مِنْ هذا الباب بأن الصحابة مختفلون و انّهم جميعًا على الهدى“(۱۸)۔

(فقہاء کے درمیان اکثر اختلاف کی صورتیں بالخصوص ان مسائل میں ،جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال دونوں جانب ہیں جیسے تکبیراتِ تشریق،تکبیرات عیدین، حالت احرام کا نکاح، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد، بسم اللہ اور آمین کو آہستہ پڑھنا، اقامت میں (الفاظِ اقامت) دوبار یا ایک بار کہنا وغیرہ، ان میں اختلاف دو اقوال میں سے ایک قول کی ترجیح کا ہے۔ اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے قراء ت کے الفاظ میں قراء کا اختلاف ہے۔فقہاء نے اس باب کے بیشتر مسائل میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہدایت پر ہیں)۔

جیسے جسم انسانی کی نشوونما کے ساتھ ساتھ لباس بڑا ہوتا جاتا ہے اور پھر جب انسان شباب کی منزل پر

پہنچتا ہے اور اس کا جسم کمال اور پختگی کی آخری حد کو چھو لیتا ہے تو اب جو لباس اس کے جسم کو موزوں ہوتا ہے، آخری عمر تک اس میں کمی اور اضافے کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح انسانی تمدن جب تک ناپختہ اور ناتمام تھا، نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور ایک شریعت کی جگہ دوسری شریعت انسان کے لیے بھیجی جاتی رہی۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت مبعوث ہوئے جب انسانی تمدن گویا اپنے شباب و کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اس لیے جو شریعت آپ ﷺ کے ذریعہ بھیجی گئی وہ انسانیت کے لیے قیامت تک کافی و شافی رہے گی اور اس کی مثال اس لباس زیبا کی ہے جو عہد جوانی سے تا دمِ آخریں جسمِ انسانی پر اپنی موزونیت برقرار رکھتا ہے۔

پھر غور کریں تو انسان کی بنیادی فطرت میں تو تغیر و تبدیلی شاید ہی پیش آتی ہو لیکن نئے وسائل پیدا ہوتے ہیں، رواجات بدلتے ہیں، اخلاقی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس لیے جو شریعت قیامت تک کے لیے ہو، ضروری ہے کہ وہ بہ یک وقت ثبات اور تغیر دونوں کے لیے موقع فراہم کرتی ہو۔ کچھ احکام ناقابل تبدیل ہوں جو شریعت کی حدود اربعہ کی حیثیت رکھتے ہوں اور کچھ تغیر پذیر، جو مختلف عہد اور حالات کے تقاضوں کو قبول کرنے کی گنجائش فراہم کرتے ہوں۔ چنانچہ شریعت اسلامی میں ان دونوں پہلوؤں کی رعایت موجود ہے۔

۱۔ کچھ احکام قطعی ہیں۔ ایسے احکام میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

۲۔ دوسری قسم کے احکام ظنّی ہیں، ان میں ایک سے زیادہ آراء کی گنجائش ہے۔ اس لیے کہ ان کا ذریعۂ ثبوت یقینی نہیں ہے یا معنی و مفہوم کے اعتبار سے ایک سے زیادہ تشریح و توضیح کی گنجائش ہے۔

۳۔ تیسری قسم کے احکام وہ ہیں جن کو مصلحی کہا جاتا ہے۔ یعنی شریعت کے مقاصد و مصالح اور لوگوں کی ضروریات اور حالات کو سامنے رکھ کر آراء قائم کی گئی ہوں اور قرآن مجید و حدیث رسول ﷺ میں ان احکام کے سلسلہ میں کوئی تعیین و تحدید نہ پائی جاتی ہو(۱۹)۔

فقہی اختلاف کی تاریخ، اس کی حیثیت و حقیقت اور مذاہب اربعہ کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈال کر شاہ شاہ ولی اللہؒ نے واضح کیا کہ یہ اختلاف نہ صرف مشروع اور محمود ہے بلکہ اس میں اُمت کے لیے یُسر و سہولت اور آسانی ہے۔ مذاہب اربعہ دراصل ایک ہی شجرۂ طوبٰی کی شاخیں ہیں۔ یہ سب ایک جڑ سے پیوستہ ہیں اور قرآن مجید کے بعد حدیث رسول ﷺ و سنت رسول ﷺ ہی ان سب کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے نہ صرف حدیث رسول ﷺ و سنت رسول ﷺ کے ساتھ ان کی ہم آہنگی برقرار رہنی چاہیے بلکہ ایک درخت کی ان شاخوں کے درمیان باہم دوری یا اجنبیت نہیں ہونی چاہیے۔ درخت کی ہر شاخ اپنے نیچے آنے والوں کے لیے سایہ دار ہے اور مسائل و مشکلات کی دھوپ کی تمازت میں اگر ایک شاخ سے راحت نہیں مل پا رہی ہے تو دوسری شاخ سایہ کو گھنیرا بنا سکتی ہے(۲۰)۔ پس فقہی فروعی مسائل میں نہ تو شدت و سختی ہونی چاہیے اور نہ ان میں باہمی منافرت و دوری بلکہ ان مسالک کے درمیان حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں بقدرِ امکان تطبیق و توفیق کی سعی ہونی چاہیے۔

تطبیق کا منہج

شاہ ولی اللہؒ نے اپنی وسیع النظری اور علمی گہرائی کے ساتھ فقہی مذاہب میں جمع و تطبیق کی سعیِ محمود کا آغاز فرمایا۔ اس کے لیے آپ نے درج ذیل تین محاذوں پر کام کیا:

اوّل: انہوں نے مذاہب اربعہ کی کتب اور ان کے متدلات کے مطالعہ کی روشنی میں نیز نورِ غیبی کی مدد سے اپنے لیے ایک معتدل روش اختیار فرمائی۔ اس روش کا نام انہوں نے ''روش فقہائے محدثین'' رکھا۔

> ''و بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیثے کہ متمسک ایساں است قرارداد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہائے محدثین افتاذ''(۲۱)۔

روش فقہاء محدثین کا مطلب ہے کہ مجتہدین کے اقوال کو حدیث رسولﷺ کے سامنے پیش کیا جائے اور جو قول ظاہر و معروف حدیث رسولﷺ کے موافق ہو اُسے قبول کیا جائے نہ تو مجتہدین کے اقوال سے استغناء ہو اور نہ اُن اقوال پر حدیث رسولﷺ سے صرفِ نظر کر کے اصرار کیا جائے۔ علم حدیث اور اقوال مجتہدین کے درمیان یہ جامعیت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک مجتہد مطلق منتسب کا وصف و عمل ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> **''انّه الجامع بين علم الحديث والفقه المروى عن أصحابه''(۲۲)۔**

مجتہد مطلق منتسب کی اس تعریف کے بعد کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

> **''فهـذه طـريـقة المحققين من فقهاء المحدثين و قليل ما هُمُ و هم غير الظاهرية مِنْ أهل الـحـديـث الـذيـن لا يـقولون بالقياس ولا الاجماع و غير المتقدمين مِنْ أصـحاب الحديث مِـمّـنْ لَـمْ يـلتـفتوا الى أقوال المجتهدين أصلاً ولكنّهم أشبه الـنّـاس بـأصحاب الحديث لأنهم صنعوا فى أقوال المجتهدين ما صنع أولئک فى مسائل الصحابة والتابعين''(۲۳)۔**

(یہی فقہاء محدثین میں سے محققین کا طریقہ ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ یہ اُن اصحاب حدیث سے نہیں ہیں جو ظاہریہ ہیں اور قیاس و اجماع کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی متقدمین سے وہ اصحابِ حدیث ہیں جو مجتہدین کے اقوال کو سرے سے دیکھتے ہی نہیں ہیں البتہ یہ لوگ اُصحاب حدیث سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اس لیے کہ یہ مجتہدین کے اقوال میں وہی عمل کرتے ہیں جو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے مسائل میں کیا)۔

المسوی شرح المؤطا پر کام کرنے والی جماعت نے شاہ ولی اللہؒ کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

> **''مسـلكه هو التوسط والاعتدال والجمع بين صحيح المنقول والمعقول و بين**

طريقة الفقهاء و المحدثين"(۲۴)۔

(ان کا مسلک توسط و اعتدال، منقول و معقول اور طریق فقہاء وطریق محدثین کی جامعیت تھی)

دوم: شاہ ولی اللہؒ نے چاروں فقہی مسالک کو یکساں درجہ میں اہمیت دی۔ اس کے لیے ایک طرف انہوں نے ہر فقہی مذہب اور اس کے ابتدائی حاملین کی خصوصیات پر روشنی ڈالی اور اس کی اہمیت کا برملا اظہار فرمایا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان عظیم الشان فی التخریج علی مذهبه دقیق النظر فی وجوه التخریجات مقبلاً علی الفروع أتمّ اقبال"(۲۵)۔

(وہ نخعی کے مذہب پر تخریج (مسائل) میں عظیم مرتبہ پر فائز تھے، وجوہ تخریجات میں بڑے باریک بیں اور فروعات کے استنباط میں ماہر تھے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "مؤطا" کے بارے میں لکھا:

"الطبقة الأولیٰ منحصرة فی ثلاثة کتب: المؤطا و صحیح البخاری و صحیح مسلم، قال الشافعی: أصحّ الکتب بعد کتاب اللّٰه مؤطا مالک"(۲۶)۔

(طبقہ اُولی میں صرف تین کتابیں ہیں: مؤطا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب مؤطا امام مالک ہے)۔

تیسرے فقہی مذہب کے بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا:

"هذه المذاهب الأربعة فأقربها الی السنّة مذهب الشافعی المنقّح المصّفیٰ"(۲۷)۔

(ان مذاہب اربعہ میں سنت رسول ﷺ سے سب سے زیادہ قریب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو منقح اور انتہائی صاف ہے)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا:

"و کان أعظمهم شأناً و أوسعهم روایةً و أعرفهم للحدیث مرتبة و أعمقهم فقهاً أحمد بن محمد بن حنبل"(۲۸)۔

(ان میں سب سے عظیم الشان، سب سے زیادہ وسیع الروایۃ، حدیث رسول ﷺ کے مرتبہ سے سب سے زیادہ واقف اور فقہ میں سب سے زیادہ عمیق احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں)۔

دوسری طرف انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روحانی طور پر استفادہ کرکے بتایا:

"سألته عن هذه المذاهب الأربعة و بهذهٖ الطرق أيها أولى عنده بالأخذ و أحبّ فـفـاض عـلٰى قـلبـي أن الـمـذاهـب و الـطرق كلّها سواء ولا فضل لواحدٍ على الآخر"(۲۹)۔

سوم: شاہ ولی اللہؒ نے رسول اللہ ﷺ کا روحانی حکم پا کر چاروں فقہی مذاہب کے درمیان باضابطہ جمع و تطبیق کی کوشش فرمائی۔ جمع و تطبیق کے اس نازک عمل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حق تک رسائی کے لیے آپ کو ایک میزان بھی عطا فرمایا، خود لکھتے ہیں:

"ان الـلّٰـه تـعـالـىٰ جـعـل فـى قـلـبـى وقتاً مِنَ الأوقات ميزاناً اعرف بهٖ سبب كل اختلاف وقع فى الملة المحمدية علىٰ صاحبها الصلوٰة والسلام وما هو الحق عند اللّٰه و عند رسولهٖ، و مـكننى مِنْ أن أثبت بالدلائل العقلية والنقلية بحيث لا يبقى فيه شبهة ولا اشكال"(۳۰)۔

(اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں کسی خاص وقت میں ایسا میزان رکھ دیا جس سے میں اس اُمت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں ہونے والے ہر اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک حق کیا ہے؟ اور مجھے یہ قدرت دی کہ میں اس کو عقلی اور نقلی دلائل سے اس طرح ثابت کردوں کہ اس میں کوئی شبہ اور اشکال باقی نہ رہ جائے)۔

ان سب کے ساتھ شاہ ولی اللہؒ کو یہ احساس بھی عطا کیا گیا کہ وہ ہر فاسد شیرازہ کو توڑنے والے اور خلعت فاتحیت سے سرفراز ہیں، نیز آپ سے ایک خاص نوع کی خدمت اور اُمت میں خاص نوع کی شیرازہ بندی کا کام لیا جانا ہے(۳۱)۔ تطبیق کا یہ کام آپ نے دو مرحلوں میں کیا۔

پہلا مرحلہ: مذہب حنفی اور مذہب شافعی کے درمیان تطبیق

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد پہلے مرحلہ میں آپ نے فقہ حنفی اور فقہ شافعی کے درمیان تطبیق کی عملی کوشش فرمائی۔ ہر اُس شخص کے لیے جو شاہ صاحب کی فقہی خدمات کا جائزہ لینا چاہے، یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کی اس حیثیت کو ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہ کرے کہ حضرت شاہ صاحب حنفیت اور شافعیت کے لیے "مجمع البحرین" تھے(۳۲)۔ ان کی یہ کوشش کیسی تھی؟ ان کا نہج کیا تھا اور ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف آراء میں تطبیق کی کیا شکل انہوں نے نکالی؟ ان اُمور پر خود ہی روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انّ الحق الموافق لعلوم الملأ الأعلیٰ الیوم أن یجعلا کمذهب واحدٍ یعرضان علیٰ الکتب المدوّنة فی حدیث النبّی صلی اللّٰه علیه وسلم مِنَ الفریقین، فما کان موافقاً بها یبقی، وما لم یوجد له' اصلٌ یسقط والثابت منها بعد النقد ان توافق بعضه بعضاً فذلک الذی یعضّ علیه بالنواجذ، و ان یخالف تجعل المسئلة علی قولین و یصحّ العمل علیهما، أو یکون مِنْ قبیل اختلاف أحرف القرآن، أو علی الرخصة والعزیمة، أو یکونان طریقین للخروج مِنَ المضیق کتعدّد الکفّارات، أو یکون أخذاً بالمباحین المستویین، لا یعدو الأمر هذه الوجوه ان شاء اللّٰه تعالیٰ''(۳۳)۔

(علوم ملأ اعلیٰ کے موافق حق یہ ہے کہ دونوں مذاہب کو ایک مذہب کی طرح کردیا جائے اس طور پر کہ دونوں مذاہب کے فقہی مسائل کو ان ہی کی تدوین کردہ کتب حدیث پر پیش کیا جائے، جو مسئلہ حدیث رسولﷺ کے موافق ہو اُسے باقی رکھا جائے اور جو حدیث رسولﷺ کے مخالف ہو اُسے ساقط کردیا جائے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو اُسے مسئلہ علیٰ قولین قرار دیا جائے اور دونوں پر عمل صحیح قرار پائے یا ہر دو اقوال کو اس طرح سمجھا جائے جیسے قرآن مجید میں بعض الفاظ کی قراءت میں دو اقوال ہیں یا ایک قول کو رخصت اور دوسرے قول کو عزیمت پر محمول کیا جائے۔ یا یہ سمجھا جائے کہ کفارہ کے طریقوں کی طرح ایک عمل کی ادائیگی کے دو طریقے ہیں یا دونوں کو برابر درجہ کا مباح سمجھا جائے)۔

فقہی فروعی مسائل میں شاہ ولی اللہؒ تطبیق کے منہج کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''و نحن نأخذ مِنَ الفروع ما اتفّق علیه العلماء ولا سیّماها تان الفرقتان العظیمتان الحنفیة والشافعیة و خصوصاً فی الطهارة والصلوٰة، فان لَّمْ یتیسّر الاتفاق واختلفوا فنأخذ بما یشهد له' ظاهر الحدیث و معروفُه' و نحن لا نزدری أحداً مِنَ العلماء فالکلّ طالبوا الحق ولا نعتقد العصمة فی أحدٍ غیر النبیّ''(۳۴)۔

(ہم فروعات میں اسے اختیار کرتے ہیں جس پر علماء بالخصوص دو بڑے فرقے، حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہو، خصوصاً طہارت و نماز میں، اگر اتفاق میسر نہ آئے تو ہم اُسے اختیار کرتے ہیں جس کے حق میں ظاہر ومعروف حدیث رسولﷺ ہو، ہم کسی بھی عالم کی تحقیر نہیں کرتے، سب کے سب حق کے طالب ہیں اور ہم نبی کریمﷺ کے علاوہ کسی کے معصوم ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے)۔

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ اُمور ثابت ہوتے ہیں:

شاہ ولی اللہؒ نے اعتدال سے کام لیتے ہوئے دو بنیادی اُمور پر توجہ فرمائی ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ حدیث رسولﷺ کے موافق قول پر عمل کیا جائے، مخالف حدیث رسولﷺ قول پر نہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ جہاں دونوں طرف دلائل ہوں ان میں اُمت کے لیے سہولت کی راہ رکھی جائے کہ ان میں سے کسی بھی رائے پر عمل درست قرار دیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ دونوں آراء شریعت ہی کی جانب سے ہیں۔

ڈاکٹر مظہر بقا لکھتے ہیں:

> ''شاہ صاحب کی حنفیت اور شافعیت کو ملانے کی یہ کوشش عالمی سطح پر مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش تھی۔ صرف ملکی سطح پر اتحاد پیش نظر نہ تھا کیونکہ ملک میں حنفیت اور شافعیت صرف کتابوں اور ذہنوں میں متصادم تھیں۔ احناف وشوافع دو متخاصم گروہوں کی شکل میں موجود نہ تھے جن کا اتحاد شاہ صاحب کو منظور ہوتا۔ اس کوشش میں مسلمانانِ عالم کا اتحاد مقصود ہونے کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اس مرحلہ پر مؤطا کو اختیار کرکے المسوّی کے نام سے شاہ صاحب نے اس کی جو شرح لکھی وہ اُن کی دوسری شرح ''المصفّٰی'' کے بر خلاف عربی زبان میں ہے جو اُس وقت بین الاقوامی زبان تھی(۳۵)۔

ڈاکٹر مظہر بقا کے اس استدلال سے قطع نظر رسول اللہﷺ کا یہ فرمانا کہ ''تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ تمہارے ذریعہ اُمت مرحومہ کے منتشر اجزاء کو جمع کردے''(۳۶)۔ اس امر کی بین دلیل ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کی کوشش عالمی سطح پر مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش تھی اور آج جبکہ دنیا گلوبل ویلج کا منظر پیش کر رہی ہے اس صورتِ حال میں شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ ہی قابل عمل دکھائی دیتا ہے۔ دبے لفظوں میں اس پر عمل بھی ہوتا نظر آتا ہے اور وہ وقت دور نہیں جب برملا ان کے نظریہ کو قابل عمل بنانے کے بارے میں جامع حکمت عملی مرتب کرلی جائے گی (ان شاء اللہ)۔

دوسرا مرحلہ: مذاہب اربعہ کے مابین تطبیق کی کوشش

دوسرے مرحلہ میں انہوں نے چاروں فقہی مسالک کی آراء میں تطبیق و توفیق کا کام شروع فرمایا۔ چنانچہ اپنی تصنیف المصفّٰی شرح مؤطا، جو المسوّی کے بعد کی تصنیف ہے، میں اسی نہج پر کوشش فرمائی۔ المصفّٰی کے مقدمہ میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

> ''ایں فقیر را مدتے بسبب اختلاف فقہاء و کثرتِ احزابِ علماء و کشیدن ہرکسے بجانبے تشویشے رائے داد...... بعد ازاں بتضرع تمام بحضرت باری جل مجدہ متوجہ شدو گفت لـئـن

لَـم یهـدنـی ربّی لأکونن من القوم الضآلین ...... پس اشارہ بکتاب مؤطا کہ تألیف امام حجۃ الاسلام مالک بن انس است، واقع شد...... کہ امروز ہیچ کتابے از کتب فقہ اقویٰ از مؤطا نیست''(۳۷)۔

گویا فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے شاہ ولی اللہؒ کافی عرصہ تشویش میں مبتلا رہے اور جب رفع تشویش کی کوئی صورت نہ نکلی تو مجبور ہوکر بارگاہِ الٰہی میں ہدایت کے لیے دُعا کی۔ جس کے نتیجہ میں مؤطا کو اختیار کرنے کا اشارہ ہوا اور آہستہ آہستہ انہیں انشراح صدر ہوگیا کہ کتب فقہ میں سے کوئی کتاب مؤطا سے زیادہ مستند و اَقوی نہیں ہے۔ اس شرح میں انہوں نے نہ صرف مذاہب اربعہ بلکہ دوسرے مجتہدین کے مذاہب بھی نقل کرنے کا اہتمام کیا اور مجتہد فیہ مسائل میں حدیث رسولﷺ کی رو سے کسی ایک مذہب کو ترجیح دی جو بسا اوقات تابعین رحمہم اللہ اور مجتہدین کے اقوال تک پہنچی ہے۔

خواجہ محمد امین کو شاہ ولی اللہؒ اپنے فقہی مسلک کے بارے میں اُن کے سوال (آنکہ عمل تو در مسائل فقیہہ بر کدام مذہب است؟) کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بقدرِ امکان جمع مے کنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم وصلوٰۃ و وضو و غسل و حج بوضع واقع میشود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند، وعند تعذّر را لجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیث رسولﷺ عمل می نمایم و خدا تعالیٰ ایں قدر علم دادہ است کہ فرق درمیانِ ضعیف وقوی کردہ شود، و در فتویٰ بہ حال مستفتی کارمیکنم۔ مقلدِ ہرمذہبے کہ باشد اوراز ہماں مذہب جواب می گویم، خدا تعالیٰ بہرمذہبے ازیں مذاہب مشہورہ معرفتے دادہ است الحمد للہ تعالیٰ''(۳۸)۔

(روزہ، نماز، وضو،غسل اور حج جیسے مسائل میں بقدرِ امکان مذاہب مشہورہ کے درمیان جمع کرتا ہوں کیونکہ تمام اہل مذاہب صحیح ہیں اور جب تطبیق دشوار ہوتی ہے تو ازروئے دلیل اورصریح حدیث رسولﷺ کے موافق جوقوی مذہب ہو اُسے اختیار کرتا ہوں، خدا تعالیٰ نے اس قدر علم عطا فرمایا ہے کہ قوی وضعیف کے درمیان فرق کرسکوں اورفتویٰ دینے میں، میں فتویٰ لینے والے کی حالت کا خیال رکھتا ہوں کہ جس مذہب کا مقلد ہو اُسی مذہب کے مطابق جواب دیتا ہوں، خدا تعالیٰ نے مذاہب مشہورہ میں سے ہر مذہب کے متعلق اتنی معرفت دے دی ہے [کہ جس کی روشنی میں ہر مذہب کے مقلد کو اس کے سوال کا جواب دے سکوں] الحمد للہ تعالیٰ)

اس طرح اس منہج کے مطابق شاہ ولی اللہؒ نے فقہی مذاہب کے درمیان تطبیق کی سعی فرمائی۔ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ یہ تطبیق حدیث رسولﷺ کی بنیاد پر تھی اور اس میں بڑی معقولیت تھی۔ تطبیق کے اس منہج کے اندر فقہی مسالک کی اپنی خصوصیات بھی برقرار رہتی ہیں، حدیث رسولﷺ پر پوری طرح عمل ہر حال میں باقی رہتا ہے اور فروعی مسائل میں اُمت کے لیے آسانی اور سہولت کی راہ کھلی رہتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ سے جس مذہب کا مقلّد سوال کرتا آپ اُسی کے مذہب کے مطابق جواب دیتے۔ شاہ ولی اللہؒ کے اس عمل تطبیق کی روشنی میں اختلاف مسائل میں کسی بھی رائے پر عمل کرنے والا جس طرح اپنے بارے میں یہ اطمینان رکھتا ہے کہ وہ شریعت پر عمل کر رہا ہے، اسی طرح وہ مخالف رائے پر عمل کرنے والے کے بارے میں بھی یہ اطمینان رکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ بھی شریعت پر عمل کر رہا ہے اور یہ دونوں ایک عمل کی ادائیگی کی دو شکلیں ہیں، دونوں شرعی ہیں اور دونوں درست ہیں۔ یہ احساس اور تصور باہمی دوری اور اجنبیت کو کم کرتا ہے۔ بے جا فقہی تعصب اور تشدد پیدا نہیں ہونے دیتا ہے۔ باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے اور اس روش کو بروئے کار لاتا ہے جو عہد اوّل سے سلف صالحین کی روش رہی ہے(۳۹)۔

شاہ ولی اللہؒ کا نظریۂ تطبیق اور عصری فروعی مسائل کا حل

شاہ ولی اللہؒ کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ عصر حاضر کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد فقہی اختلافات کا سہارا لے کر اسلامائزیشن کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں اور اُن کی دلیل کا مبنیٰ یہی ہوتا ہے کہ معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تعلیمی نظام کو اسلامائز کرنے میں فقہی اختلافات آڑے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ اختلافات امتِ مسلمہ کے لیے سہولت اور یُسر کا باعث ہیں۔ ہر ترقی یافتہ اور مہذّب قوم میں اختلاف رائے کو مستحسن سمجھا جاتا ہے اور اس طرح خوب سے خوب تر کی جستجو جاری رہتی ہے لیکن غلامانہ ذہنیت اور منفی سوچ رکھنے والے اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی ذہنیت کے حامل افراد کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا ؎ تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

شاہ ولی اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فقہی اختلافات میں اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ اُن دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے قرأت میں قرّاء کا اختلاف ہے۔ اربابِ فکر و دانش شاہ ولی اللہؒ کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ کر کے نہ صرف موجودہ اختلافات کا حل نکال سکتے ہیں بلکہ آج جبکہ دنیا گلوبل وِلیج کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے اور صدیوں کی مسافتیں لمحوں میں طے ہونے لگی ہیں، اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف عملی پیش قدمی بھی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کام تین مراحل میں ہوگا:

۱۔ مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق کے لیے راہنما اصول وضع کیے جائیں۔ اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے بالعموم اور امام شعرانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے بالخصوص قابل قدر کام کیا ہے۔

۲۔ مختلف مذاہب فقہ کے دلائل کو قرآن مجید و سنت رسول ﷺ اور اجماع امت پر پیش کیا جائے۔ جس کی دلیل، قرآن مجید و سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے موافق ہو اور اس کو اپنانے میں امتِ

مسلمہ کے لیے یُسر اور سہولت بھی ہو، اُسے ترجیح دی جائے ۔اس سلسلے میں مذاہب فقہ میں سے ہر متعین فقہی مذہب میں مختلف اقوال کے مابین موازنہ کرکے راجح قول کو ترجیح دی گئی ہے لیکن مجموعی طور پر مذاہب فقہ کے مابین ترجیح کا عمل خاطر خواہ نہیں ہوا۔ اس حوالے سے امام شعرانی نے المیزان الکبریٰ ، شاہ ولی اللہ نے حجة اللّٰہ البالغة ، المصفی شرح الموطا (فارسی) اور المسوی شرح المؤطا (عربی) ،جسٹس تنزیل الرحمٰن نے مجموعہ قوانین اسلام اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے الفقہ الاسلامی و ادلّته میں نہایت شاندار کام کیا ہے ۔اس حوالے سے ابھی مزید مساعی کی ضرورت ہے۔

۳۔ پھر ان راجح اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف پیش قدمی کی جائے تا کہ اس مبارک کام میں مزید تاخیر نہ ہو کیونکہ

ے یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

نتائج بحث

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ فقہی اختلاف عہد رسالت سے موجود ہے اور مختلف اسباب کے تحت اس کا دائرہ بڑھتا رہا۔

۲۔ فقہی اختلافات دلائل پر مبنی ہیں اور بیشتر اختلافات اولیٰ اور راجح کی تعیین کے ہیں۔

۳۔ اخذ شریعت کے دو طریقے جاری ہوئے اور دونوں کی اصل دین میں موجود ہے۔ البتہ ہر ایک طریقہ میں کچھ خلل ہے جس کی تلافی دوسرے طریقے سے ہوتی ہے البتہ فقہائے محدثین کی روش بہتر ہے۔

۴۔ شاہ ولی اللہؒ نے شروع میں مذہب حنفی اور مذہب شافعی کے مابین بعد ازاں مذاہب اربعہ کے مابین تطبیق کی کامیاب سعی فرمائی۔ شاہ ولی اللہؒ مختلف روایات میں تطبیق بھی دیتے ہیں اور کسی ایک روایت کو ترجیح دے کر اس کے مفہوم کی تعیین بھی کرتے ہیں۔ نیز کلیات سے فروعی مسائل کا جواب دیتے ہیں جو اس سے پہلے نہیں دیا گیا تھا۔

سفارشات وتجاویز

آخر میں زیر بحث موضوع کے حوالے سے سفارشات اور عملی تجاویز کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے:

۱۔ وطن عزیز میں مسلکی تعصب و تصلب اور تفرق و تشتّت کی ایک بڑی وجہ فقہی مسائل میں وسعت آسانی، نرمی اور مختلف نقطہ ہائے نظر کا علم نہ ہونا ہے۔ اس لیے معاشرے میں مشہور فروعی و اختلافی مسائل کی طرح دیگر موضوعات پر روایتی محافل، جلسوں اور کانفرنسوں کی طرح ٹھوس قسم کی علمی وفکری محافل کا انعقاد ضروری ہے۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے محقق علماء گفتگو کریں۔

۲- ہمارے دینی مدارس میں اس وقت علم فقہ کا جو نصاب مروج ہے، اس نصاب میں شامل کتب کے اندر زیادہ تر فقہ حنفی اور فقہ شافعی کو اس طرح ایک دوسرے کا مدمقابل اور قطعی مخالف بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ طالب علم کو حق و باطل کے فرق کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اس لیے اس درسی نصاب پر نظر ثانی کی جانی چاہیے۔

۳- مذاہب اربعہ کی حقانیت اور ان سب کے اصول استنباط و استخراج مسائل پر مشتمل کوئی مستند و جامع کتاب درسِ نظامی اور ایم اے اسلامیات کے کورس میں شامل کی جانی چاہیے۔

۴- ہماری معلومات کے مطابق وطن عزیز کے ایک آدھ دینی مدرسہ کے علاوہ کسی بھی مکتب فکر کے دینی مدارس میں ''حجۃ اللّٰہ البالغۃ '' جیسی ہمہ جہت شاہکار، مثالی اور تمام احکامِ شریعت میں پنہاں اسرار و رموز کی جامع کتاب سبقاً نہیں پڑھائی جاتی۔ اس لیے اسے درسی نظامی کے آخری سالوں کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ تاکہ طلبہ کے ذہنوں میں وسعت و برداشت کا مادہ پیدا ہو۔

۵- مذاہب اربعہ میں تطبیق کا انتہائی نازک کام اجتہاد کے لیے غیر معمولی شرائط اہلیت کے مفقود ہونے اور اس قحط الرجال کے زمانے میں کسی بڑے سے بڑے فاضل، مفتی اور فقیہ کے لیے ممکن نہیں۔ اس حد درجہ احتیاط طلب کام کے لیے اجتہادی بصیرت رکھنے والے، فقہی جزئیات اور ائمہ اربعہ کے اجتہادات پر گہری اور وسیع نظر رکھنے والے فقیہ، متقی، عصر حاضر کے مسائل سے باخبر اور دور اندیش علماء پر مشتمل ایک بورڈ کی تشکیل ضروری ہے جو باہمی مشاورت اور غور و خوض کے بعد یہ کام سرانجام دے۔

۶- مذکورہ بالا مجوزہ بورڈ یا اجتماعی اجتہادی مجلس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ''مجلس تدوین فقہ'' کی طرح بالکل آزاد ہو اور کسی بھی حکومت یا حکومتی ادارے کے زیر اثر نہ ہو۔ قانونی طور پر حکومت تو اس بورڈ کے فیصلوں کی پابند ہو مگر یہ مجلس حکومتی ہدایات کی پابند نہ ہو۔

۷- یہ بورڈ جدید پیش آمدہ معاشی، سیاسی، آئینی اور کاروباری مسائل کو ائمہ اربعہ کے اصول استنباط و استخراج مسائل کی روشنی میں حل کرے کیونکہ اجتہاد فی الاصول کے لیے جس انتہائی قسم کی اجتہادی بصیرت و اہلیت درکار ہے اس کا وجود اور حصول انفرادی طور پر تو درکنار اجتماعی طور پر بھی مشکل ہے۔

۸- کسی مسئلے میں کوئی محقق اپنی الگ رائے رکھتا ہو تو وہ اپنی رائے مذکورہ بورڈ میں پیش کرے۔ اس کے متعلق بورڈ جو فیصلہ یا فتویٰ دے وہی قابل عمل تصور کیا جائے۔ اپنی انفرادی رائے یا ذاتی اجتہاد کی بنیاد پر کسی کو الگ جماعت بنانے اور وحدت اُمت کو پارہ پارہ کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورۃ النساء۴:۸۳۔
۲۔ سورۃ النساء۴:۵۹۔
۳۔ سورۃ الانبیاء۲۱:۷۔
۴۔ فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف،فہیم اختر ندوی، مقدمہ از رابعہ حسنی ندوی، نیو دہلی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۳ء، ط۱، ص۱۵-۱۶۔
۵۔ فیوض الحرمین، شاہ ولی اللہ، دہلی، مطبع احمدی، س۔ن، چھٹا مشاہدہ، ص۲۱،۲۲۔
۶۔ ایضاً، اکتیسواں مشاہدہ، ص۶۲۔
۷۔ فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف، ص۵۲۔
۸۔ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ، دہلی، مطبع احمدی، ص۲۴۔
۹۔ ایضاً، ص۲۴۔
۱۰۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ڈاکٹر مظہر بقا، بقا پبلی کیشنز، کراچی، ط-۲، ۱۹۸۶ء، ص۸۹۔
۱۱۔ الجزء اللطیف، مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ، ص۲۰۳، ۲۰۴۔
۱۲۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین، مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ، ص۲۰۰، ۲۰۱۔
۱۳۔ ایضاً، ص۱۹۱۔
۱۴۔ ایضاً، ص۱۹۸۔
۱۵۔ فیوض الحرمین، تینتیسواں مشاہدہ، ص۶۴-۶۵۔
۱۶۔ لیکن آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہؒ کا سینہ کھول دیا اور وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوگئے کہ مذاہب اربعہ کے دائرہ میں رہنے کی کیا حکمت ہے؟ وہ خود فرماتے ہیں: ''......لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس بات کو پا گیا ہوں کہ میری طبیعت کیوں مذاہب فقہ کی تقلید سے اباء کرتی ہے اور اس کے باوجود مجھے کس لیے مذاہب فقہ کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے''۔ فیوض الحرمین، تینتیسواں مشاہدہ، ص۶۵۔
۱۷۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص۹۴۔
۱۸۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ہیئۃ الأوقاف بحکومۃ البنجاب، ۱۹۷۱ء، ص۶۳، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س۔ن، ۱/۴۵۵۔
۱۹۔ فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف، مقدمہ از خالد سیف اللہ رحمانی، ص۲۶-۲۷۔
۲۰۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
۱۔ المدخل الفقہی العام، مصطفیٰ زرقاء، دمشق، دارالقلم، ۱۹۹۷ء، ج۱، ص۲۵۹۔
۲۔ اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل، مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ص۱۱۶ و مابعد۔

۲۱۔ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف، مشمولہ انفاس العارفین، شاہ ولی اللہ، ص۲۰۳،۲۰۴۔

۲۲۔ عقد الجید فی احکام الاجتھاد والتقلید، شاہ ولی اللہ، مجتبائی دہلی، ۱۳۴۴ھ، ص۴۱-۴۴۔

۲۳۔ ایضاً، ص۴۱-۴۴۔

۲۴۔ المسوی فی احادیث الموطا، مقدمہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۲ء، ط-۲، ج۱، ص۸۔

۲۵۔ حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، ج۱، ص۴۱۹۔

۲۶۔ ایضاً، ۳۸۵/۱۔

۲۷۔ الخیر الکثیر، شاہ ولی اللہ، انڈیا، مجلس علمی، ڈابھیل ۱۳۵۲ھ، ص۱۲۴۔

۲۸۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۴۳۲/۱۔

۲۹۔ التفہیمات الالھیہ، مدینہ برقی پریس بجنور، ڈابھیل، مجلس علمی، ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء، ۲۵۰/۲، فیوض الحرمین، دسواں مشاہدہ، ص۳۰۔

۳۰۔ حجۃ اللہ البالغۃ، ۴۶۲/۱۔

۳۱۔ فیوض الحرمین، اکتیسواں مشاہدہ، ص۶۲۔

۳۲۔ مقدمہ، سطعات، محمد متین ہاشمی، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ط-۴، مئی ۱۹۹۹ء، ص۲۲۔

۳۳۔ التفہیمات الالٰہیۃ، ۲۱۲/۱۔

۳۴۔ ایضاً، ۲۰۲/۲۔

۳۵۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ص۹۶۔

۳۶۔ فیوض الحرمین، اکتیسواں مشاہدہ، ص۶۲۔

۳۷۔ المصفّٰی، شاہ ولی اللہ، کراچی، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب، ۳/۱۔

۳۸۔ مکتوبات، شاہ ولی اللہ دہلوی، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص۴۸۔

۳۹۔ فقہی اختلاف اور شاہ ولی اللہ کا موقف، ص۶۷۔